ذرا سی بات تھی اندیشہ عجم نے جسے
بڑھا دیا ہے یونہی زیب داستاں کے لیے

تحقیق شہادت حسینؓ

شیعہ کتب سے

تالیف
حکیم فیض عالم صدیقی

ناشر
انجمن تحفظ ناموس صحابہ
ناظم آباد کراچی

ابتدائیہ

مجوس کی سازش سے سیدنا فاروق اعظمؓ شہید ہوئے اور مجوس و یہود کے گٹھ جوڑ نے سیدنا ذوالنورینؓ کو خاک و خون میں تڑپا کر شہید کیا اور آخر اپنے بچاؤ کے لیے سیدنا علیؓ کو گھیر کر اور تنگ نشینِ خلافت کیا۔ سیدنا حسنؓ باوجود نوجوانی کے ان کے مالہ د ماعلیہ سے خوب واقف تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان حالات میں میرے والد اس منصب کو قبول کریں۔ بہر حال نتیجہ معلوم، جمل اور صفین کے معرکوں کے بعد سیدنا علیؓ اپنے ایک شیعہ کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ [1]

سیدنا علیؓ نے آخری وقت سیدنا حسنؓ کی خلافت کے متعلق کوئی ''نص یا حکم تو درکنار اشارہ تک نہیں فرمایا تھا۔ مگر اسلام دشمن تخریبی عناصر نے جن کی پشت پر پوری قوم مجوس اور یہود تھی، سیدنا حسنؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ مگر آپ نے ان سے اس شرط پر بیعت لی کہ جس سے میں صلح کروں گا، تمہیں بھی صلح کرنی پڑے گی جس سے میں لڑوں گا تمہیں بھی لڑنا پڑے گا۔ [2]

---

[1] سیدنا علیؓ اپنی خلافت کے تمام دور میں اپنے شیعوں سے نالاں رہے۔ چنانچہ ایک بار آپ نے فرمایا میں تم سے سخت تنگ ہوں، جو سلوک تم مجھ سے کر رہے ہو اس کی نسبت مجھے موت محبوب ہے۔
(نہج البلاغہ ص ۴۴۷، امامیہ کتب خانہ لاہور)

خدا کرے تمہیں سیدھی راہ دیکھنی نصیب نہ ہو۔ (نہج البلاغہ ص ۱۴۶، امامیہ کتب خانہ لاہور)

تم میرا حکم نہیں مانتے تمہارا برا ہو۔ (ص ۱۶۶)

تم اس عورت کی طرح ہو جو ایام حمل پورے ہونے پر مرا ہوا بچہ گرا دے۔ (ص ۱۹۹)

[2] جلاء العیون ص ۳۴۳۔

آپ کو پہلے ہی ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا خوب علم تھا، آپ نے ہر چند کوشش کی کہ یہ لوگ راہِ راست پر آجائیں۔ مگر ان کا تو مقصد ہی تخریب کاری تھا۔ ایک نے ان کی ران پر نیزہ مار کر زخمی کر دیا، دوسرے نے کندھے سے چادر کھینچ کر گھوڑے سے اتار لیا، تیسرے نے نیچے سے جائے نماز کھینچ لی ۱ اور ایک نے تو بد باطنی اور خباثت کی حد کر دی۔ خدمت میں پہنچ کر کہا: السلام علیک یامذل المومنین۲ اور مختار ثقفی گرفتار کر کے حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچانے پر تیار ہو گیا ۳

آخر آپ کے تقویٰ، پرہیز گاری، خشیتِ الٰہی اور فراست نے آپ کو یہ راہ سجھائی کہ اس افراتفری، قتل وغارت، فتنوں اور فسادوں کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خلافت کی باگ ڈور سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر دی جائے۔ ۴

سیدنا حسنؓ کا یہ کارنامہ تاریخ اسلام کا وہ زریں باب ہے، جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے، مگر آپ کا یہ عظیم اور مدبرانہ کارنامہ سیدنا حسینؓ کو پسند نہ آیا اور اس معاملہ میں بھائی کی مخالفت کی۔ چنانچہ مجبور ہو کر سیدنا حسنؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں بیڑیاں پہنا کر قید کر دوں گا۔ ۵

کلینی بسندِ معتبر روایت کرتا ہے کہ حضرت حسنؓ کا معاویہؓ سے بیعت کرنا دنیا وَمَافِیْھَا سے بہتر تھا۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۳۲۵)

حضرت حسنؓ کو حضرت معاویہؓ نے پانچ کروڑ نقد اور بیس لاکھ سالانہ وظیفہ مرحمت فرمایا۔ (تاریخ الخمیس ص ۳۲۶)

---

۱ جلاء العیون وغیرہ ۲ جلاء العیون ص ۳۵۶ جلد اول

۳ جلاء العیون اردو طبع لاہور ص ۳۴۶ جلد اول ۴ کتاب علی و بنوہ مصنفہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین ص ۲۰۲

بعارضہ ذیابیطس چالیس روز بیمار رہ کر راہ گزائے آخرت ہوئے۔ آپ کی زہر خورانی کے واقعہ کا خالق مسعودی متوفی ۳۴۶ھ ہے۔ اس سے پہلے کسی تاریخ میں زہر خورانی کا ذکر نہیں۔ دمیری نے لکھا ہے کہ آپ دو ماہ بیمار رہے، ذیابیطس کا عارضہ تھا۔ شہد کا شربت پیا اور فوت ہو گئے۔ (ص ٦٦ ج ا)

محقق لامن کہتا ہے کہ وہ حرم کی زندگی سے نحیف ہو کو فوت ہوئے۔ حضرت حسینؓ کے ذہن میں ابتداء سے ہی حکومت کا خیال تھا۔ حضرت حسینؓ کی وفات کے وقت تک مجوسی اور یہودی گٹھ جوڑ ایک منظم تحریک کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ چنانچہ اب اس اسلام دشمن تحریک نے سیدنا حسینؓ کو تاکا اور ان سے خط و کتابت شروع کر دی۔ مگر تمام عالمِ اسلام سیدنا امیر معاویہؓ کی بے مثال قیادت اور حکومت میں پرامن زندگی گزار رہا تھا۔ سیدنا علیؓ کی خلافت کے دور میں ایک لاکھ کے قریب فرزندانِ توحید شہید ہو چکے تھے اور آپ کے مقبوضہ ممالک میں کسی کی عزت اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ مگر اب تمام عالم اسلام سکھ کا سانس لے رہا تھا۔ ان حالات میں سیدنا حسینؓ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہے۔ چنانچہ انہوں نے کوفیوں کے ایک خط کے جواب میں لکھا:

"جب تک معاویہؓ زندہ ہیں، تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے رہو، ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے، ہاں اگر ان کی موت کا واقعہ پیش آ گیا تو دیکھا جائے گا۔ اس وقت اپنی رائے سے تم کو مطلع کروں گا۔"

مورخین نے متعدد واقعات قلم بند کیے ہیں کہ سیدنا حسینؓ حکومت کے کسی ضابطے کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ مثلاً مرزا سپہر کاشانی مؤلف ناسخ التواریخ لکھتا ہے کہ یمن کے عامل نے خراج کا مال بھیجا تو سیدنا حسینؓ نے راستہ ہی میں اس پر قبضہ کر کے اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔" (جلد ششم کتاب دوئم ص ۸۲)

سیدنا معاویہؓ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو فوت ہو گئے اور امیر یزید" بعمر ۳۸ سال بلا اختلاف اورنگ نشین خلافت ہوئے۔ خلیفہ بننے سے پہلے امیر یزید" دس سال کا طویل زمانہ بطور ولی عہد گزار چکے تھے اور تمام عالم اسلام ان کی بے پناہ خوبیوں سے خوب واقف ہو چکا تھا۔ سوائے سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ سب نے بشمول اُمہات المومنین اور سینکڑوں صحابہ کرامؓ بخوشی ان کی بیعت کی۔ امیر یزید" ''حدیث مغفور'' کے مصداق قسطنطنیہ کے جہاد میں کامیاب طور پر سپہ سالاری کے فرائض انجام دے چکے تھے۔ ۵۰، ۵۱، ۵۲ ہجری میں امیر حج کے فرائض ادا کر چکے تھے۔ لاکھوں مسلمان بشمول ہزاروں صحابہ کرامؓ معہ سیدنا حسینؓ ان کے پیچھے سینکڑوں نمازیں پڑھ چکے تھے۔ امیر یزید" سے سیدنا حسینؓ کو صرف امرِ خلافت میں اختلاف تھا۔ ورنہ سیدنا حسینؓ کی بھتیجی سیدہ ام محمد بنت عبداللہ ابن جعفر طیارؓ امیر یزید" کے حرم کی زینت تھیں۔

(کتاب نسب قریش ص ۸۲۔ جمہرۃ الانساب ص ۶۲)

المختصر یہ کہ امیر یزید" کی خلافت کے وقت کوفہ کے شیعہ ''مومنین'' نے حضرت حسینؓ کو خطوط لکھنے شروع کیے کہ فوراً کوفہ پہنچیے۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ کیا اور خود روانہ ہونے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ مگر باوجود انتہائی کوشش کے مدینۃ النبی ﷺ یا مکہ معظمہ کے ایک آدمی نے بھی اس امر میں ان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ جس نے سنا اس نے روکا۔ وہ کیوں روکتے تھے اور کیوں منع کرتے تھے؟ اس کی دو وجوہ تھیں۔

ایک یہ کہ عالم اسلام کا کسی ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کر لینا شرعی طور پر نقض بیعت کی اجازت نہیں دیتا۔ دوسری وجہ یہ کہ تمام عالم اسلام میں امیر یزید" کی زندگی کے ۳۸ سال بسر ہو چکے تھے اور اس تمام عرصہ میں لوگوں نے امیر موصوف سے سوائے نیکی، بھلائی،

خدمتِ دین، پرہیزگاری، تقویٰ اور جہاد کے اور کوئی بات نہ دیکھی تھی۔ چنانچہ حضرت حسینؓ کے ارادہ خروج سے واقف ہو کر جن لوگوں نے آپ کو اس امر سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ ان میں سے خصوصی طور پر آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کا نام گرامی سرفہرست ہے۔ حضرت عبداللہ آپ کے بہنوئی بھی تھے۔ سیدہ زینبؓ آپ کے حبالہ عقد میں تھیں۔ وہ جب اپنے بھائی کے ساتھ تیار ہوئیں اور حضرت عبداللہؓ کے روکنے سے نہ رکیں۔ تو انہوں نے سیدہ زینبؓ کو طلاق دے دی اور علی الزینبی اکلوتا بیٹا ان سے چھین لیا۔ جن لوگوں نے عون اور محمد آپ کے دو بیٹے بیان کیے ہیں۔ ان کی جہالت پر سوائے افسوس کے کیا کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہر دو آپ کے دیور تھے، بیٹے نہیں تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ، عبداللہ بن مطیعؓ حضرت عمر بن عبدالرحمٰنؓ، ابو واقد اللیثیؓ، جابر انصاریؓ، ابو سعید خدریؓ وغیرہ نے آپ کو ارادہ خروج سے روکا اور آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن الحنفیہ "تو یہ سن کر رو پڑے۔

(روضۃ الاصفیاء ص ۲۵۲ طبع لاہور)

مشہور شاعر فرزوق جو بقول شوستری بہت بڑا شیعہ تھا اس نے بھی روکا۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ آپ کے ارادہ خروج سے مدینہ کے تمام لوگ واقف ہو چکے تھے۔ مگر ایک طرف تو آپ کا ساتھ دینے کے لیے آپ کے چچازاد بھائی تک تیار نہ ہوئے اور دوسری طرف عمال حکومت سب کچھ دیکھتے ہوئے خاموش رہے اور سوائے ارادہ خروج سے باز رکھنے کے ایک فرد نے بھی خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مکہ سے روانگی تک خروج کے ارادہ کو کسی نے کوئی اہمیت نہ دی۔ ایک پرامن سلطنت کے اندر ایک آدمی کی اس قسم کی حرکات سنجیدہ لوگوں کے نزدیک ایک بچگانہ حرکت تھی۔ جن لوگوں نے آپ کو روکا ان کے روکنے کا مقصد یہ تھا کہ گھر سے نکل کر

شدائد سفر کی تکالیف ایک شہزادے کے بس کا روگ نہیں ہوں گی۔آپ مدینہ سے مکہ پہنچے اور حج سے دو دن پہلے مکہ سے عازم کوفہ ہو گئے۔یہاں پھر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ حج کے موقع پر تقریباً تمام عالم اسلام کے منتخب ذہن و دماغ جمع ہوتے ہیں۔اگر آپ اپنے مؤقف کو صحیح سمجھتے تھے یا آپ کے پاس امیر یزید " کے فسق اور میخواری کا ایک بھی ثبوت موجود تھا تو حج کے موقع پر تمام عالم اسلام کے سامنے پیش کرتے۔مگر آپ خود جانتے تھے کہ امیر یزید کی بداخلاقی یا بداعمالی کے متعلق ان کے پاس کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں، جسے وہ لوگوں کے سامنے پیش کر کے اپنے خروج کے لیے راستہ ہموار کر سکیں، اس لیے وہ حج سے دو دن پہلے ہی کوفیوں کے جھکیے، فریب اور دھوکے میں آ کر مکہ سے روانہ ہو گئے۔

حج سے عین دو دن پہلے مکہ سے روانہ ہونے کی ایک اور وجہ بھی تھی آپ خوب جانتے تھے کہ حج کے موقع پر مجھے اس خروج سے روکنے والے ہزاروں افراد موجود ہوں گے اور ایسا نہ ہو کہ میں کوفہ پہنچنے سے محروم رہ جاؤں۔مکہ سے کوفہ تیس منزل دور ہے اور اس زمانہ میں منزل سے ادھر یا ادھر قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔اس لحاظ سے حضرت حسینؓ ۸ محرم شام کو مضافات کوفہ میں پہنچے۔(جلاء العیون کی ایک روایت بھی اس کی مؤید ہے) آپ کے جس قدر حالات کا تعلق ہے وہ تو بلا اختلاف صحیح ہیں مگر جہاں سے آپ کے حالات کی روایات آپ کے شیعوں کے ہتھے چڑھیں۔ایک قاری ان کی تضاد بیانیوں کی بھول بھلیوں میں پھنس کر حواس باختہ ہو جاتا ہے۔چنانچہ اس واقع کے متعلق مشہور مصنف شاکر حسین اپنی مشہور تالیف ''مجاہد اعظم'' میں لکھتے ہیں:

''عام کتابوں سے قطع نظر کر کے فریقین کی وہ مستند کتابیں جو تاریخ کی جان سمجھی جاتی ہیں، اس قدر مختلف البیان ہیں کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے ہیں......اول سے آخر تک ایک بات پر بھی متفق اللفظ نہیں۔آگے چل کر لکھتے ہیں کہ کسی کا کوئی چشم دید واقعہ بیان نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ صدہا طبغراد باتیں تراشی گئی ہیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی۔ مقتل کے مصنف کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس نے یہ واقعات سماعی، لکھے ہیں۔[1]

(مجاہد اعظم ص ۱۷۷)

شاکر حسین صاحب کی اس حقیقت بیانی کے بعد واقعات کربلا کے متعلق کسی ایک واقعہ کو بھی صحیح سمجھ کر اس پر اظہارِ خیال کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مگر آج شیعہ محافل ومجالس کی سرگرمیاں جن فرضی واقعات کے بل پر زندہ ہیں۔ انہیں مستند شیعہ کتب کی روشنی میں عوام کے سامنے پیش کرنا، اس وجہ سے ضروری ہے کہ بھولے بھالے اور سادہ لوح شیعہ اصحاب جو تاریخ سے نابلد اور کورے ہیں اور اپنے مذہب کی مستند کتب کے مطالعہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ کسی حد تک واقف ہو جائیں۔

شیعہ اصحاب محرم [2] کے دس روز اس قسم کے واقعات کے تذکروں میں گذارتے ہیں کہ سیدنا حسینؓ نہایت بے بسی، بے کسی، غربت، بھوک اور شدید پیاس کی حالت میں نہایت بے دردی سے شہید کر دیئے گئے۔ سوائے علی (امام زین العابدین) کے کسی کو زندہ نہ چھوڑا گیا۔ پاک دامن بی بیوں کے سروں سے کپڑے اتار لیے گئے، انہیں اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر سوار کر کے گھمایا گیا۔ لاشوں کی پامالی کی گئی۔ انہیں نہایت رسوا کن حالات میں پہلے دار الحکومت کوفہ میں اور پھر دار الخلافت دمشق میں پہنچایا گیا۔ یزید " نے انہیں قید کر دیا اور بڑی بے حرمتی کی، علی اصغر معصوم شیر خوار کو پیاسا شہید کر دیا گیا۔ قاسم کی شادی ہوئی اور عباس فرات سے پانی لاتے ہوئے شہید کر دیے گئے۔ غرضیکہ ایک ایک

---

[1] تفصیل کے لیے راقم کی تالیف حقیقت شیعہ ص ۲۰۲ دیکھیے۔

[2] سیدہ فاطمہ ؓ کا نکاح محرم اور زناف ۷ صفر کو ہوا، جلاء العیون ص ۱۲۶ ج ۱، مگر شیعہ اصحاب ۲۰ صفر یعنی جہلم تک ماتم مناتے ہیں۔

واقعہ پر کئی کئی دن مجالس میں طویل تذکرے ہوتے رہتے ہیں۔ ذاکرین عجیب عجیب انداز میں ان واقعات کو بیان کرتے ہیں اور سادہ لوح شیعوں کو جن سے ان کے اکابرین نے اصل حالات آج تک پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں، رلاتے ہیں۔

ان تمام باتوں کا مختصر سا خاکہ شیعہ مذہب کی مستند کتب میں مذکور ہے۔ محرم کی مروجہ مجالس میں ان کا ذکر تک نہیں۔

کربلا میں حضرت حسینؓ کے ساتھی:

کان یوم الحسین تاسوعا الف فارس ومائة راجل وخمسین اهل السوق. یعنی ۹ محرم کو حضرت حسینؓ کے ساتھ ہزار سوار سو پیادے اور پچاس دوکاندار تھے۔ (تصویر کربلا ص ۳۴)

۳۲ نفر اسی روز عمر سعد کے لشکر سے آپ کے لشکر میں آکر شامل ہوئے۔ (ایضاً)

کربلا میں پانی موجود تھا اور کوئی بھی پیاس کی حالت میں شہید نہیں ہوا:

۷ محرم کو جب حضرت حسینؓ کے انصار پر پانی کی تنگی ہوئی تو جناب حسینؓ اپنے ہاتھ میں بیلچہ لے کر خیمہ کی پشت پر تشریف لے گئے اور چند قدم گن کر قبلہ کی طرف چلے۔ جلاء العیون میں ہے کہ نو قدم شمار کر کے پشت خیمہ سے قبلہ کی طرف چلے اور ریاض الشہادۃ میں ہے کہ تین قدم چلے تھے اور مائتین میں ۱۹ قدم کا فاصلہ لکھا ہے۔ بہر نوع آپ نے اپنے ہاتھ سے کچھ زمین کھودی۔ فوراً ایک چشمہ میٹھے پانی کا بہنے لگا۔ اس پانی کو جناب امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں نے پیا اور پکھالیں بھر لیں۔ پھر وہ چشمہ غائب ہو گیا۔

(تصویر کربلا مصنفہ سید آل محمد ص ۳۱، جلاء العیون باب ۵ ص ۴۵۹، گلزار جنت ص ۳۰، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۵)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) میرے دوستو آؤ اور اس سنت کو زندہ کرو تمام نکاح محرم میں کرو کیوں تارکِ سنت بن رہے ہو۔

۸ محرم کے واقعات میں لکھا ہے کہ

- اہل بیت اور انصار پر امام حسینؓ کے پیاس کی شدت نہایت ہوئی، تو امام حسینؓ کو بہت فکر ہوئی۔ ریاض الشہادۃ، جلاء العیون اور ماتئین میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی عباس ” کو حکم دیا کہ دریائے فرات سے پانی لاؤ۔ عباس ” بڑی شجاعت سے بیس مشکیں بھر کر لائے۔ اس لڑائی میں آپ کا کوئی شخص نہ شہید ہوا اور نہ زخمی۔

(تصویر کربلا ص ۳۲، ۳۳)

عباس ” کے بازو کٹانے کے قصے محض جھوٹ ہیں:

۱۰ محرم شب کو امام حسینؓ نے فرات سے پانی منگوایا اور اپنے اصحاب کو فرمایا کہ اسے پیو، یہ تمہارا آخری توشہ ہے اور وضو غسل کرو اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگاؤ وہ تمہارے کفن ہوں گے اور خود ایک طرف ہو کر نورا (بال صفا پوڈر) لگانے لگے۔

(جلاء العیون ص ۴۶۳)

دسویں محرم کو جناب زین العابدینؒ سے روایت ہے کہ بموجب حکم انجناب تیس سواروں اور بیس پیادوں کو بھیجا تو وہ پانی کی چند مشکیں بھر کر لائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا وضو اور غسل کرو اور اپنے کپڑوں کو خوشبو لگاؤ۔

(سیرت شہید اعظم ص ۳۲۱، منتہی الامال ص ۳۰۹ جلد اول)

جب حضرت لشکر درست کر چکے تو حضرت نے حکم دیا کہ بڑا خیمہ نصب کیا جائے۔ خیمہ نصب کیا گیا تو حکم دیا کہ بڑے کاسہ میں مشک حل کیا جائے۔ چنانچہ حل کیا گیا تو آپ خیمہ کے اندر نورا (بال صفا پوڈر) لگانے گئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ انصاری چاہتے تھے کہ آپ کے بعد سب سے پہلے نورا وہ لگائیں اور برید کہتے تھے سب سے پہلے وہ لگائیں جب آپ نورا لگا چکے تو سب انصار نے اندر جا کر نورا لگایا۔ (طبری جلد ۲ ص ۲۵۲ طبع دکن)

سید امیر علی مشہور شیعہ مورخ لکھتا ہے کہ جب آپ میں اپنے بے رحم دشمنوں سے مقابلہ کی سکت نہ رہی تو تھکے ماندے اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے خیمہ کے اندر سے ایک خاتون نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا۔ (ہسٹری آف دی سارسینز طبع لندن باب ۷ ص ۸۶ سطر ۶)

اگر ذرا وسعت نظری سے شیعہ مذہب کی امہات الکتب کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ کربلا میں پانی کی بندش کی داستان ایک بہت بڑا جھوٹ، فریب اور جعل ہے اور نہایت بھونڈے انداز میں اور بددیانتی سے حقیقت کو چھپا کر محض عوام کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔

ملا باقر مجلسی بھی اپنی شہرہ آفاق تالیف جلاء العیون میں لکھتا ہے کہ ۱۰ محرم آپ لڑتے بھڑتے فرات پر پہنچ گئے اور گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔ امام زخمی تھے اس حالت میں مخالف فوج کو آواز دی، کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی نہیں ہے جو کہ مجھ تشنہ کو پانی پلا دے۔ ابن سعد کی فوج میں سے ایک درویش نکلا اس کے ہاتھ میں ایک ڈولچی تھی کہا کہ لیجیے پیجیے امام اس کو اللہ کی قدرت دکھانے کے لیے اپنے خیمے کی طرف لے گئے اور بصورت کنواں ایک گڑھا کھودا اس میں سے پانی نکلا۔ یہ دکھا کر درویش کو فرمایا کہ ہم پانی کے محتاج نہیں (گویا پانی پی چکے ہیں للموٴلف) صرف ان ظالموں پر اتمام حجت کرتے ہیں۔

(خلاصۃ المصائب ص ۱۴۳)

اس صورت میں ۱۰ محرم کو آپ نے پانی نکالا اور اگر بچوں کو پانی نہیں پلایا تو جرم کس کا ہوا؟

قاسم کی شادی:

دسویں محرم کے واقعات میں غیر معتبر کتابوں میں روایت دامادیٔ قاسم بن حسنؓ لکھی ہے کہ امام حسینؓ نے اپنی دختر کا عقد بعد شہادت انصار و عزیزان جس وقت حضرت عباس اور عون آپ کے بھائی (یہاں عون) کو آپ کا بھائی لکھا گیا ہے اور متعدد دیگر مقامات پر بھانجہ یعنی سیدہ زینب" کا بیٹا، امام حسینؓ اور حضرت قاسم " کا نکاح فاطمہ سے

پڑھایا۔ یہ واقعہ کتب جدیدہ وقدیم میں مثل بن قولویہ کے کامل الزیارہ ارشاد شیخ مفید، کتاب المزار سید مرتضٰی علم الہدیٰ (یہاں مزید ۳۵/۴۰ کتب کے نام ہیں) اس روایت مقطوع الکذب کو نہیں لکھا۔

چنانچہ ایک معتبر کتاب کی عبارت آپ بھی سن لیجیے: ''واز قبیل ہمیں خرافات ست آنچہ مابین عوام الناس اشتہار گرفتہ کہ حضرت فاطمہ بنت الحسینؓ را در کربلا با حضرت قاسم بن الحسنؓ عقد بستند۔'' (ملخص تصویر کربلا ص ۴۱ تا ۴۷)

لاش کی پامالی:

یہ روایت مجالس ومحافل کی جان ہے کہ حضرت حسینؓ کا سر کاٹ لیا گیا اور ان کی لاش پامال کردی گئی۔اب اس کے متعلق بھی سنیے:

جب کوفی افواج نے امام حسینؓ کی نعش کو پامال کرنے کا ارادہ کیا تو فضہ نے وہاں ایک شیر دیکھا، اس کو مخاطب کرکے کہا: اے ابوالحارث تجھ کو معلوم ہے کہ دشمنوں نے کیا ارادہ کیا ہے؟ کہ کل کو امام حسینؓ کی نعش کے ساتھ کیا کرے گا۔ (اس وقت ہی نعش پامال کیوں نہ کی گئی) ان کا ارادہ ہے کہ گھوڑے ان پر دوڑادیں۔تو شیر چلا اور اپنا ہاتھ حسین کے جسم پر رکھا، تو سوار آئے، جب انہوں نے شیر کو دیکھا تو ان سے عمر بن سعد نے کہا کہ یہ فتنہ ہے، اس کو نہ اٹھاؤ، واپس چلو، تو سب واپس چلے گئے۔ (اصول کافی ترجمہ: ص ۶۹۵)

دروغ گفتن راسلیقہ بائید۔ان لوگوں کا شیر سے ڈر کر بھاگ جانے کا بیان اتنا بڑا جھوٹ ہے، جو بس ان لوگوں کو ہی زیب دیتا ہے۔وہ لوگ تو نہتے شیروں کو ہلاک کرنے والے تھے اور پھر پورا لشکر ایک شیر سے بھاگ نکلا۔

امامؓ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے جسم پر گھوڑے دوڑانے کی اجازت ابن سعد سے طلب کی (اجازت کے بغیر نعش کی پامالی سے کیا امر مانع تھا) اس نے

اختیار دے دیا اور لوگوں نے اس کی تیاری کر دی (گویا کسی میلہ دیکھنے کی تیاری کر رہے ہیں) معاً قدرتِ خدا سے ایک شیر ظاہر ہوا اور امامؓ کے جسم پر آکر بوسہ دیا اور آسمان کی طرف رخ کر کے کچھ کہا۔ پھر جو لوگ گھوڑے دوڑانے کے ارادے سے آئے تھے ان پر حملہ کر دیا اور تیرہ دشمنوں کو مار دیا (راوی کو خدا نے شمہ بھر بھی عقل دی ہوتی تو وہ ایسی بے سروپا نہ ہانکتا۔ اگر لشکر کا ہزارواں حصہ بھی ایک ایک تیر چلاتا تو شیر کا جسم تیروں سے چھلنی ہو جاتا) بقیہ بھاگ گئے اور جسمِ امام محفوظ رہا۔ (ملخص خلاصۃ المصائب ص ۲۳، ۲۴)

منصف جلاء العیون لکھتا ہے کہ دوسرے روز نعش پامال کی گئی۔

صبر حسینؓ کی ایک جھلک:

آج صبر حسینؓ کے نظائر پیش کر کے جو غل غپاڑہ مچایا جاتا ہے۔ معتبر کتب شیعہ صریحاً اس کا الٹ بیان کرتی ہیں۔ اہل سنت کی تاریخوں میں سیدنا حسینؓ کو صبر ورضا کا پتلا، شجاعت و بسالت کا ضیغم اور حوصلہ و مردانگی کا شہسوار بیان کیا گیا ہے، مگر شیعہ کہتے ہیں کہ:

۱۔ امام مارے پیاس کے اپنی زبان چباتے تھے۔ (خلاصۃ المصائب)

۲۔ بار بار پانی مانگتے اور زمین پر پاؤں رگڑتے۔ (ایضاً)

۳۔ نعرہ مار کر روئے۔ (ایضاً)

۴۔ حالِ قاسم" پر آہ کھینچ کر اس شدت سے روئے کہ اہل بیت اطہار بیتاب ہو کر خیمہ سے نکل پڑے۔ (ص ۸۲)

سب اہل بیت نے جو قاسم کو عازم جنت دیکھا تو شور و غوغا، واویلا وامصیبتا بلند کیا۔ (ص ۸۷)

حضرت بہت شدت سے روئے اور سب اہل بیت منہ پر طمانچہ مارتے تھے اور گریبان چاک

چاک واویلا کا غل وشور مچاتے تھے۔(ص۹۰)

حضرت نے ایک چیخ ماری شدت سے روئے، اہل بیت نے جو نعش علمبردار کو دیکھا ماتم علمبردار میں بال کھول دیئے اور شور وواویلا وامصیبتا بلند ہوا اور امام ماتم عباس میں کہہ چہ شعر پڑھ کر روتے تھے۔(ص۹۶)

آپ نعش مجروح اکبر پر بیہوش ہو کر گر پڑے۔(ص۱۱۶)

حضرت زینبؓ مثل خورشید درخشاں خیمہ حسینؓ سے سروپا برہنہ نکل کر جانب مقتل دوڑیں اور فریاد وواویلا کرتی تھیں۔(ص۱۱۷)

یہ حوالہ جات صرف ایک کتاب خلاصۃ المصائب سے نقل کیے گئے ہیں۔ ورنہ شیعیت کی دنیا ایسے خرافات سے بھری پڑی ہے۔ حضرت حسینؓ کی خاندانی حیثیت، قومی غیرت، ذاتی شجاعت وہمت کی شان کے خلاف یہ بازاری لوگوں کا سا طرز عمل شیعوں کو ہی مبارک ہو۔ ؎ ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

کیا سیدنا حسینؓ آخر وقت تک اپنے موقف پر قائم رہے؟

(۱) مسلمؒ جب کوفہ میں ابن الشعث کے ہاں روپوش ہوئے تو فرمایا تو مجھے امان تو نہیں دے سکتا، مگر حسینؓ کو پیغام بھیج دے کہ وہ یہاں نہ آئیں۔

(تلخیص از طبری جلد۲ ص۲۰۴ طبع دکن، جلاء العیون ج۲ ص۵۲)

گویا مسلم بن عقیل نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ حسینؓ کا یہ سفر جہاد کی نیت سے نہیں ہے بلکہ حصول خلافت کے لیے ہے۔

(۲) حسینؓ ابن علی کو مسلم کا خط ملا، تو واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر مسلم کے بھائی کہنے لگے ہم واپس نہیں جائیں گے۔(تلخیص از طبری ج۲ ص۲۱۷، ابن خلدون ج۵ ص۹۵)

(۳) مسلم کی شہادت کا حال سن کر حسینؓ نے واپسی کا ارادہ کر لیا، مگر برادرانِ مسلم نے کہا کہ

ہم جب تک مسلم کے قتل کا بدلہ نہ لیں گے واپس نہیں جائیں گے۔

(عمدۃ المطالب فی انساب علی ابن ابی طالب ص ۷۹ طبع لکھنو)

(۴) امام حسینؓ منزل ثعلبیہ میں تھے کہ خبر قتل مسلم پہنچی، آپ پسران عقیل کی طرف متوجہ ہوئے، انہوں نے کہا ہم جب تک مسلم" کے قتل کا بدلہ نہیں لیں گے، واپس نہ ہوں گے۔

(جلاء العیون ص ۱۶۳ جلد ۲)

مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر کو نہ ہی مسلم نے جہاد سمجھا اور نہ ہی حسینؓ نے۔ مسلم بوقت شہادت حسینؓ کو پیغام بھیجتے ہیں کہ کوفہ کا ارادہ ترک کر دیجیے، حسینؓ واپسی پر آمادہ ہو گئے۔ مگر برادران مسلم مانع ہوئے۔ ثعلبیہ سے بعد کا سفر آپ نے محض فرزندانِ عقیل کی تالیف قلب کے لیے کیا نہ کہ ارادہ جہاد سے، یہاں تک کہ آپ کربلا کے مقام پر پہنچ گئے۔

(۵) ابن سعد نے قرہ بن قیس کو آپ کے پاس بھیجا اس نے تشریف آوری کا سبب پوچھا: آپ نے فرمایا مجھے کوفیوں نے خطوط لکھ کر بلایا ہے۔ اگر میرا آنا تمہاری طبع کے خلاف ہے تو میں پلٹ جاؤں۔ (تصویر کربلا ص ۲۶)

اس کے بعد آپ نے قطعہ اراضی جس کا رقبہ چار مربع میل کے قریب تھا اور جو ماریہ، غاضریہ، نینوا، قادسیہ، شفیعہ اور عقر وغیرہ کے دیہات کے لوگوں کی ملکیت تھا۔ ساٹھ ہزار درہم میں خرید لیا۔ (تصویر کربلا ص ۲۴)

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کربلا کا قطعہ اراضی کئی آباد اور سرسبز و شاداب گاؤں کے درمیان ایک سرسبز میدان تھا وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہاں مستقل قیام کا ارادہ فرما لیا تھا۔ مگر براہو شیعان کوفہ کا انہوں نے آپ کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا کہ اگر آپ زندہ بچ گئے اور ہمارے ہزاروں خطوط امیر یزید کو پیش کیے تو ہم مارے

جائیں گے۔ آپ نے آخری وقت تک کوشش کی کہ مجھے یزید؂ کے پاس جانے دیا جائے، مجھے واپس جانے دیا جائے، مجھے کسی سرحد کی طرف نکل جانے دیا جائے، مگر شیعان کوفہ نے ایک نہ سنی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو شیعوں کے ممتاز عالم شریف المرتضیٰ متوفی ۴۳۶ھ جو نہج البلاغہ کی تالیف میں شریک رہے، کیا کہتے ہیں:

(۶) وقد روی انه علیه السلام قال لعمرو بن سعد اختار وامنی اما الرجوع الی المکان الذی اقبلت منه او ان اضع یدی علی یدیذید، فهو ابن عمی یسری فی رایه واماان یسیروابی الی ثغرمن ثغور المسلمین فاکون رجلا من اهله ومالی ماله وعلی ماعلیه. (کتاب الشفا فی شریف المرتضی ص ۴۷۱)[1]

حضرت حسینؓ سے پختہ روایت ہے کہ آپ نے عمر بن سعد سے کہا میری تین باتوں (شرطوں) میں سے ایک پسند کرلو:

۱. یا تو اس جگہ لوٹ جانے دو، جہاں سے میں آیا ہوں۔

۲. یا یہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں، جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرلے گا۔

۳. یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کردو، تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔ پھر جو نفع و آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی ملے گا اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے بھی ہوگی۔

---

[1] شریف المرتضیٰ ابوالقاسم علی بن حسن بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن جعفر (صادق) بن محمد باقر بن علی و زین العابدین، حسین بن علی مرتب نہج البلاغہ۔ الامامۃ والسیاسۃ کے متعلق محققین یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ اس رسوائے زمانہ کتاب کا مؤلف محمد عبداللہ بن مسلم اللہ یا ابن قتیبہ نہیں، بلکہ یہ کتاب کسی مجہول غالی رافضی کی تالیف ہے۔ ملاحظہ ہو للعواصم من القواصم ص ۲۴۸ تعلیقہ علامہ خطیب مؤلفہ علامہ محمود احمد عباسی تفصیل کے لیے دیکھیے ص ۲۲۔

شریف المرتضیٰ کی اس روایت سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے اپنے مؤقف سے رجوع کرلیا تھا۔ بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نہایت بے کسی اور بے بسی کے انداز میں شیعانِ کوفہ سے عاجزانہ طور پر یہ التجا کررہے ہیں۔ یہ الفاظ ایک ایسے غالی شیعہ کے ہیں، جس کی شخصیت شیعوں کے ہاں مسلمہ ہے۔

اسی شریف المرتضیٰ سے ڈیڑھ سو برس پہلے کا ایک غالی شیعہ مؤلف الامامۃ والسیاسۃ لکھتا ہے: چنانچہ حضرت حسینؓ نے عمر بن سعد کو مخاطب کرکے کہا:

(۷) یاعمرو اخترمنی ثلاث خصال اماتتر کنی ارجع کما جئت ابیت هذه فاخرلی سیر فی الترک اقاتلهم حتی اموت اوتبر لی الی یزید فامنع یدی فی یده فیحکم بما یرید فارسل عمر والی ابن زیاد بذالک فهم ان یسر الی یزید. (ج ۲ ص ٦ مطبوعه مصر ١٣٥٦ھ)

''اے عمرو یہ تین شرطیں میری مان لو یا مجھے جہاں سے آیا ہوں لوٹ جانے دو۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو (کفار) ترک کی طرف بھیج دو کہ قتال ان سے کرتا رہوں۔ حتیٰ کہ مرجاؤں یا مجھے یزید کے پاس بھیج دو کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں، پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے فیصلہ کرے۔ عمر بن سعد نے اس بارے میں ابن زیاد سے رجوع کیا۔ اس نے بھی حسینؓ کو یزید'' کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔''

اس روایت کا بھی مفہوم تقریباً وہی ہے جو شریف المرتضیٰ کی کتاب الشافی میں مرقوم ہے، بلکہ اس روایت سے ایک اور حقیقت سامنے آتی ہے۔ یعنی آپ ترکوں سے جہاد کرنے کا ارادہ ظاہر فرمارہے ہیں اور جہاد امیر کی اجازت یا حکم کے بغیر جائز ہی نہیں۔ اس سے یہی مطلب اخذ ہوتا ہے آپ نے یزید کی بیعت کا ارادہ کرلیا تھا اور اگر واپس جانے کا ارادہ تھا تو اس صورت میں بھی گویا آپ نے امیر یزید'' کی خلافت کو تسلیم کرلیا تھا۔ مگر آپ کی یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور حضرت عقیل'' کی اولاد جلد بازی عاقبت نااندیشی

اور کم فہمی اور شیعان کوفہ کی غداری نے بالکل اسی طرح جس طرح جنگ جمل یا صفین میں جبکہ فریقین آمادہ صلح تھے۔ سبائیوں نے ہلہ بول کر دونوں فریقوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے جنگ کرادی تھی، کربلا کو بھی خانوادہ رسالت کے خون سے لالہ زار بنادیا۔

الغرض شیعہ مذہب کی تمام معتبر کتب میں مذکور ہے کہ سیدنا حسینؓ نے کربلا میں تین شرطیں پیش کی تھیں: (۱) واپس جانے دو۔

(۲) سرحدات کی طرف جہاد کے لیے یا کہیں قیام کے لیے جانے دو۔

(۳) یزید کے پاس جانے دو کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔

دور حاضرہ کا مشہور شیعہ مورخ جسٹس امیر علی بھی اپنی مشہور تالیف ہسٹری آف دی سارسینز طبع لندن باب ۷ ص ۸۵ پر اسی حقیقت کا مؤید ہے۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۴۳ پر تفصیلاً یہی بیان موجود، شیعہ مذہب کی تقریباً تقریباً تمام معتبر کتب میں مندرج یہ فقرہ: ''ہر چند قصد رجوع کرد، ممکن نہ شد۔'' ان تھرڈ کلاس ذاکرین یا واعظین کے مٹانے سے یہ دین مٹ نہیں سکتا۔

اب اگر حضرت حسینؓ نے امیر یزید کی مفروضہ برائیوں، بداعمالیوں اور فسق و فجور سے متاثر ہو کر اعلان جہاد کیا تھا، تو آخر وقت میں اس جہاد سے منحرف کیوں ہو گئے اور یہ کیوں کہا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو یا واپس جانے دو یا یمن کی سرحدات کی طرف نکل جانے دو، اپنے موقف سے رجوع صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اعلائے کلمۃ الحق کے نظریہ کے تحت عازم کوفہ نہیں ہوئے تھے بلکہ حصول خلافت کے لیے آپ نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔

اب یہاں اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ کربلا کا مقام کوفہ اور دمشق کے راستہ میں واقع ہے، نہ کہ مکہ اور کوفہ کے راستے پر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوفہ سے عازم دمشق

ہو چکے تھے۔ جبکہ کربلا کے مقام پر پہنچے تو شیعان علی نے جس طرح حضرت علیؓ کو شہید کیا تھا، جس طرح حضرت حسنؓ پر حملہ آور ہوئے تھے، اسی طرح انہوں نے اس خوف سے آپ کو شہید کر دیا کہ اگر آپؓ امیر یزید کے پاس پہنچ گئے اور آپ نے ہمارے تمام خطوط خلیفۃ المسلمین کے سامنے پیش کیے تو وہ ہمیں نہ معلوم کیا سزا دیں، اس لیے ان بلانے والوں نے اسی میں اپنی بہتری سمجھی کہ آپ کا قصہ ہی پاک کر دیا جائے اور آخر وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

میں علی الاعلان اس بات کو دہراتا ہوں کہ آج تک شیعہ مذہب کی امہات الکتب میں سے کسی ایک کتاب میں بھی کسی معتبر روایت یا کسی امام [1] کے قول سے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ آپ کے قاتلین غیر شیعہ تھے۔ بلکہ شیعہ مذہب کے درجنوں کتب میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ قاتلین حسینؓ شیعہ تھے۔

قاتلین حسینؓ:

کافی کلینی میں ان من اصحاب الیمن فسلام لک من اصحاب الیمین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو فرمایا: شیعتک فلم ولدک منهم ان یقتلوهم. "اے علی! اپنے بیٹے کو اپنے شیعوں سے بچانا وہ اسے قتل کر دیں گے۔

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد اس موضوع پر بحث کرنا دربارِ رسالت ﷺ میں گستاخی کے سوا اور کیا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہ مؤقف کہ قاتلین حسین شیعان کوفہ تھے۔ انہوں نے آپ کو بلایا، مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ ردائے تقیہ میں مستور ہو کر

---

[1] یہ مجازات علی الخصم کے طور پر ہے، یہاں شیعوں کے مزعومہ تصور امامت کا اعتراف نہیں بلکہ ہم اگر کسی کو امام کہتے ہیں تو علم و تقویٰ کی بناء پر کہتے ہیں بایں معنی اہلسنت کے یہاں سینکڑوں ائمہ ہیں۔

مقابلہ پر نکل آئے۔ آج تک روافض کی کتب میں یہ فقرہ سینکڑوں بار دہرایا جا چکا ہے۔ قتلِ حسینؓ تقصیر شیعہ امامیہ است ازروئے تقیہ اس کے بعد سیدہ زینب"، سیدہ فاطمہ بنت سیدنا حسینؓ، سیدہ ام کلثومؓ، خواہر سیدنا حسینؓ، حضرت علیؓ (زین العابدین) کے وہ خطبات جو شیعہ مذہب کی تمام کتابوں میں موجود ہیں، اس بات کے شاہد ہیں کہ سیدنا حسینؓ کو خط لکھ کر بلانے والے ہی ان کے قاتل تھے۔ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھیے جنہوں نے آپ کو خطوط لکھ کر بلایا تھا وہ شیعان اہل بیت تھے یا سُنی تھے؟ کسی معمولی سے معمولی تاریخ سے لے کر مستند سے مستند کتاب کو کھول کر دیکھ لیجیے صاف نظر آجائے گا کہ قاتلین حسینؓ شیعان اہل بیت تھے۔

برید بن حضیر جو کے از جاں نثاران حسینؓ تھا۔ کہتا ہے وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ تم نے خطوط لکھ کر امام کو بلایا۔ جب وہ آیا تو تم تلواریں لے کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ (جلاء العیون)

کیا امیر یزید" حضرت حسینؓ کے قاتل تھے؟:

آج قطع نظر شیعوں کے اکثر اہل سنت والجماعت بھی یزید" کو قاتلِ حسین سمجھتے ہیں۔ راقم نے اپنی تالیف "حقیقتِ مذہب شیعہ" کو صفحہ ۹۰ سے صفحہ ۹۵ تک اس موضوع پر بدلائل بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ امیر یزید کا دامن قاتل حسینؓ سے پاک ہے اور جب امیر موصوف کو آپ کی شہادت کی خبر ملی، تو اس نے

(۱) اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ (خلاصۃ المصائب ص ۲۰۳)

(۲) یہ واقعہ سن کر اس نے دانتوں تلے انگلی دبالی (نہج الاحزان ص ۳۲۱)

(۳) رو اٹھا۔ (خلاصۃ المصائب ص ۲۹۳، ۳۲۶)

(۴) اس کی عورت روتی ہوئی بے پردہ محل سے باہر دربار یزید میں پہنچ گئی۔

(خلاصۃ المصائب ص ۳۱۵)

(۵) یزید نے اپنی عورت کو کہا اے ہند فرزند رسول خدا ﷺ اور بزرگ قریش پر نوحہ وزاری کر۔ (جلاء العیون)

(۶) یزید نہ صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی روتا تھا۔ (ص ۳۹۳)

(۷) اس کی ہمشیرگان روتی تھیں۔ (خلاصۃ المصائب ص ۲۹۴)

(۸) اس کی دختران روتی تھیں۔ (ایضاً ص ۲۹۳)

(۹) اہل بیت نے ماتم کی اجازت مانگی، یزید" نے ایک مکان خالی کرادیا اور سات شبانہ روز ماتم رہا۔ (خلاصۃ المصائب ص ۲۹۲)

(۱۰) تباہ حال قافلہ جب دمشق پہنچا تو یہ دیکھ کر یزید" رو پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا، جس سے آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ اس نے سب کو اپنی زوجہ ہند بنت عامر کے پاس بھیج دیا جب اہل بیت حسینؓ محل میں پہنچے تو گریہ زاری بلند ہوئی، جس کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ (خلاصۃ المصائب ص ۲۹۳)

(۱۱) امام حسینؓ کا سر سونے کے طشت میں رکھا اور کہا اے حسینؓ تم پر خدا کی رحمت ہو، تمہارے ہنسنے کی جگہ کیسی اچھی ہے۔ (ایضاً ص ۲۰۴)

(۱۲) حضرت علیؓ (زین العابدین) کی عزت اور اہل بیت کو اپنے گھر میں جگہ دی اور صبح وشام امام زین العابدین کو اپنے دستر خوان پر بلاتا تھا۔ (جلاء العیون)

(۱۳) یزید" نے حکم دیا کہ اہل بیت کو خاص مکان میں اتارا جائے اور ان کی ضرورت کی ہر چیز بہم پہنچائی جائے۔ جب تک زین العابدین دستر خوان پر نہ آتے کھانا نہ کھاتا اور آرام نہ کرتا۔ (طراز مذہب مظفری ص ۴۶۸)

(۱۴) ملا اسحاق اسفرائینی اور صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ یزید" نے مجمع عام میں تقریر کی جس میں فرداً فرداً سب قاتلین حسینؓ پر لعنت کی (ملخص ترجمہ مقتل الم الفرائینی ص ۱۹۸)

(۱۵) حضرت علیؓ کے بھتیجے اور داماد حضرات حسنینؓ کے بہنوئی یعنی زینب کے خاوند یعنی عبداللہ جنہوں نے حضرت حسینؓ کے کوفہ کو روانگی کے وقت زینب کو روکنا چاہا اور وہ نہ رکیں اور انہوں نے طلاق دے دی اور اپنا بیٹا ان سے لے لیا۔ یزید '' کو فداک امی وابی سے خطاب کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا معاویہ کا مدح یزید میں ایک شعر ہے:

اذا فرق الاخوان ودھم فید اخوان الصفا یزید

(شیعہ کی مشہور کتاب الاعلام الزرکلی ص ۱۷۳)

(۱۶) شمر جب حضرت حسینؓ کا سر لے کر دربار یزید میں پہنچا اور کہا:

املأ رکابی فضة وذھبا قتلت خیر الخلق اما وابا

یعنی میرے طشت کو سونے چاندی سے بھر دے، میں نے اسے قتل کیا ہے جو تمام جہاں میں ماں باپ کی طرف سے بہتر تھا۔

اس کا جواب یزید کی طرف سے سنیے:

'' خدا تیرے رکاب کو آگ سے بھرے، تیرے لیے خرابی ہو، جب تو جانتا تھا کہ حسینؓ بہترین خلق ہیں تو تو نے اسے قتل کیوں کیا؟ نکل جا میرے سامنے سے تیرے لیے میرے پاس کوئی جائزہ نہیں۔'' (ایضاً ص ۳۰۴)

(۱۷) اس موقع پر ناسخ التواریخ کے کلمات بھی سن لیجیے میری طرف سے ہرگز تجھے انعام نہ ملے گا۔ (ص ۲۶۹)

(۱۸) دمشق سے امام زین العابدین '' کو روانگی کے وقت کہا خدا ابن مرجانہ کا برا کرے واللہ اگر میں موجود ہوتا تو حسینؓ جو مانگتے دیتا اور ان سے اس بلا کو دفع کرتا اگرچہ وہ میرے فرزندوں کی ہلاکت کا موجب بنتا۔ (ص ۴۰۵)

(۱۹) ابن زیاد ملعون نے حسینؓ کے معاملے میں جلدی کی، میں ان کے قتل پر ہرگز راضی نہ تھا۔ (جلاء العیون ص ۵۲۷)

(۲۰) حسینؓ کو اس نے قتل کیا خدا اس کو غارت کرے۔ (طراز مذہب مظفری ص ۴۵۶)

(۲۱) خدا لعنت کرے ابن مرجانہ کو میں نے اسے آپ کے والد کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔

(احتجاج طبرسی)

(۲۲) خلاصۃ المصائب، احتجاج طبرسی، جلاء العیون، ناسخ التواریخ سے اس قسم کے بیسیوں حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں کہ یزید" حسینؓ کے قتل سے بالکل بری ہیں۔

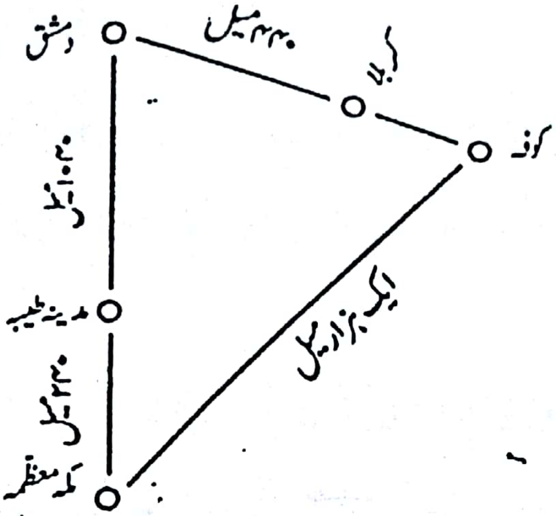
(۲۳) رخصت کے وقت سیدہ ام کلثوم ؓ کو ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا: خذ ھذ المال ما اصابکم.

امیر یزید ؒ:

سانحہ کربلا کو آڑ بنا کر روافض نے تاریخ کو مسخ کرنے کی سعی میں جو اکاذیب کے پلندے تیار کیے، ان میں سرفہرست یزید" اپنے ہم قافیہ الفاظ پلید کے ساتھ روافض کے علاوہ اہل سنت کے جہلا کے قلوب واذہان پر بھی اس طرح مسلط ہے کہ جب تک اپنی مجالس ومحافل حتی کہ خلوت کی نجی صحبتوں میں کسی بدنام ورسوا شخص کا ذکر کر رہے ہوں۔ جب تک گھسیٹ کر یزید کو درمیان میں نہ لائیں تو ان کو گویا کھایا پیا ہضم ہی نہیں ہوتا۔

چند لمحات کے لیے ہم اسے ایک متنازعہ امر سمجھ کر اس موضوع کی موافقت یا مخالفت سے دستبردار ہو کر نتیجہ اللہ کے سپرد کر دیں تو کسی حد تک گوارہ کیا جا سکتا ہے، مگر جب سینکڑوں واضح، بیّن، واشگاف اور ظاہر وباہر حقائق اس امر کی موید ہوں کہ امیر یزید" کے سر جو عمامہ خباثت وشیطنت باندھا جا رہا ہے جو جُبّہ بداعمالی اسے پہنایا جا رہا ہے یہ سب محض باطل اور پلندہ کذب وافتراء ہے تو ایک منصف مزاج آدمی کے لیے خاموشی اختیار کر لینا

شرعاً اور اخلاقاً بھی ایک نا قابل معافی جرم بن جاتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ذیل کے امورات پر توجہ کیجیے:



روزانہ اوسط سفر ۳۵ تا ۴۰ میل، سیدنا حسینؓ مدینہ سے ۲۷ رجب چلے اور مکہ میں ۵ شعبان کو پہنچے۔ روزانہ اوسط ۴۰ میل، اگر مکہ سے کربلا ۱۰۰۰ میل تیس دن میں پہنچے تو اوسط سفر ۳۳ میل روزانہ بنتی ہے۔ اگر بقول بعض روافض یکم محرم کو پہنچے تو اوسط سفر ۴۴.۵ میل روزانہ بنتی ہے اور یہ قطعاً ناممکنات سے ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ۸ یا ۹ محرم کو کربلا پہنچے۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ ۸ ذی الحجہ کو آپ مکہ سے روانہ ہوئے۔ والئی مکہ نے آپ کی روانگی کی اطلاع امیر یزید ” کو آپ کی روانگی کے بعد دی۔ گویا مکہ سے جو قاصد دمشق کو روانہ ہوا، وہ ۹ ذی الحجہ کو روانہ ہوا۔ مکہ سے دمشق کا فاصلہ ۱۰۴۰+۲۴۰: ۱۲۸۰ میل ہے اور دمشق سے کوفہ کا فاصلہ ۴۴۰ میل ہے یعنی مکہ سے یہ سفر اوسطاً ۵۷ میل روزانہ بنتا ہے۔ مکہ سے ایک قاصد نے ۵۷ میل روزانہ سفر کر کے ابن زیاد کو امیر یزید ” کا حکم پہنچایا کہ حسینؓ کو قتل کر دو۔ ایسی پادر ہوا گپ ہے، جس سے بڑھ کر کسی ایسی ہوائی کا وجود محض باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہاں مجھے ”یزید“ کی وکالت مطلوب ہے نہ صفائی، میں نے ارباب بصیرت کے سامنے ایک حقیقت پیش کی ہے۔ ہر صاحب ادراک منصف مزاج ذہن فوراً یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا کہ مکہ سے کوفہ کا فاصلہ ایک ہزار میل ہے۔ مکہ سے دمشق کا

فاصلہ ۱۲۸۰ میل ہے۔ گویا مکہ سے دمشق پہنچنے والا قاصد ابھی دمشق بھی پہنچنے نہ پایا تھا کہ حسینؓ شہید ہو گئے۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ اس زمانہ میں سفر کی منزلیں مخصوص ہوتی تھیں۔ مخصوص منزلوں پر ہی پانی، خوراک یا چارے کا انتظام ہوتا تھا، منزل سے ادھر یا ادھر قیام موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ان کوائف کی روشنی میں صاف نظر آتا ہے کہ جس روز یزید" کا حکم لے کر قاصد کوفہ پہنچا۔ اگر اس کا روزانہ سفر ۳۵ میل کی اوسط کا رہا تو اس نے ۵۹ دن میں سفر کیا اور حسینؓ اس کے پہنچنے سے ۲۹ دن پہلے شہید ہو چکے تھے۔

میں دنیا بھر کے جغرافیہ دانوں اور ریاضی دانوں کے سامنے یہ سوال پیش کر کے انصاف کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ کسی قاعدے یا فارمولے سے یہ ثابت کر دیں کہ شہادت حسینؓ سے پہلے یزید" کا حکم کوفہ میں پہنچ چکا تھا۔ کوفہ یا کربلا میں جو کچھ ہوا شیعان کوفہ کا اپنا کیا ہوا ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ مدینہ سے روانگی کی اطلاع پر یزید" نے احتیاطاً کوفہ کی گورنری ابن زیاد کے سپرد کر دی تھی کہ ہو سکتا ہے شیعان حسینؓ کو ورغلا کر بلائیں اور بغاوت کر دیں اور یزید کا یہ خیال مسلم کے کوفہ پہنچنے پر صحیح ثابت ہوا۔

''الامامۃ والسیاسۃ'' کا غالی مؤلف اس بات کا اعتراف کر چکا ہے کہ ابن زیاد بھی حسینؓ کے قتل پر رضامند نہ تھا اور حسینؓ کے قاتلوں کو اس کا بھرے دربار میں قتل کر دینا اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ رہا مسئلہ یزید" کا تو اگر ۱۰ محرم کو حسینؓ کی شہادت کی صحیح تاریخ مانی جائے تو ۳۵ میل روزانہ سفر کی اوسط اکیس محرم سے پہلے یزید" کو آپ کی شہادت کا علم ہی نہیں ہوا۔

رہا یزید" کا دوسرے امور میں کردار تو اس سلسلہ میں صرف مذہب شیعہ کی چند معتبر کتب سے سن لیجیے:

قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے نیچے سیدنا ابوایوب انصاریؓ کو دفن کیا جاتا ہے۔ نصاریٰ کو معلوم ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس قبر کو یہاں سے اکھاڑ پھینکیں گے یہ سن کر یزید ” جو کچھ کہتا ہے وہ ناسخ التواریخ کے مصنف غالی شیعہ کی زبان سے سنیئے:

”اے قسطنطنیہ والو! ہمارے نبی ﷺ کے اس بزرگ اور بڑے صحابی کے مدفن کو تم دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم اگر تم نے اس کی بے حرمتی کی تو یاد رکھو، مملکتِ اسلامیہ میں جتنے گرجے ہیں سب کو نیست و نابود کردوں گا اور ملک عرب میں پھر کبھی ناقوس بجنے نہیں پائے گا۔“ (جلد ٦ ص ٤٦)

محمد بن حنفیہ کہتے ہیں:

”میں ان کے پاس گیا ہوں اور ان کے پاس مقیم رہا ہوں، ان کو نماز کی پابندی کرنے والا، نیک کاموں میں سرگرم، مسائل اور فقہ پر گفتگو کرنے والا اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرنے والا پایا ہے۔“ (البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ٢٣٤)

محمد بن حنیفہ نے یہ لفظ اس وقت کہے جب آپ کے سامنے یزید ” کی مفروضہ برائیاں بیان کی جانے لگیں اور یہ واقعہ کربلا کے بہت بعد کا ہے۔ اب ذرا محمد بن حنیفہ کے متعلق بھی مصنف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب کی زبان سے سن لیجیے: مُصنف مذکور لکھتا ہے کہ آپ علم و زہد، شجاعت و عبادت میں زمانہ کی ایک بلند شخصیت تھے اور وہ علیؓ بن ابی طالب کی اولاد ہیں، حسنؓ اور حسینؓ کے بعد سب سے افضل تھے۔ (ص ٣٤٧)

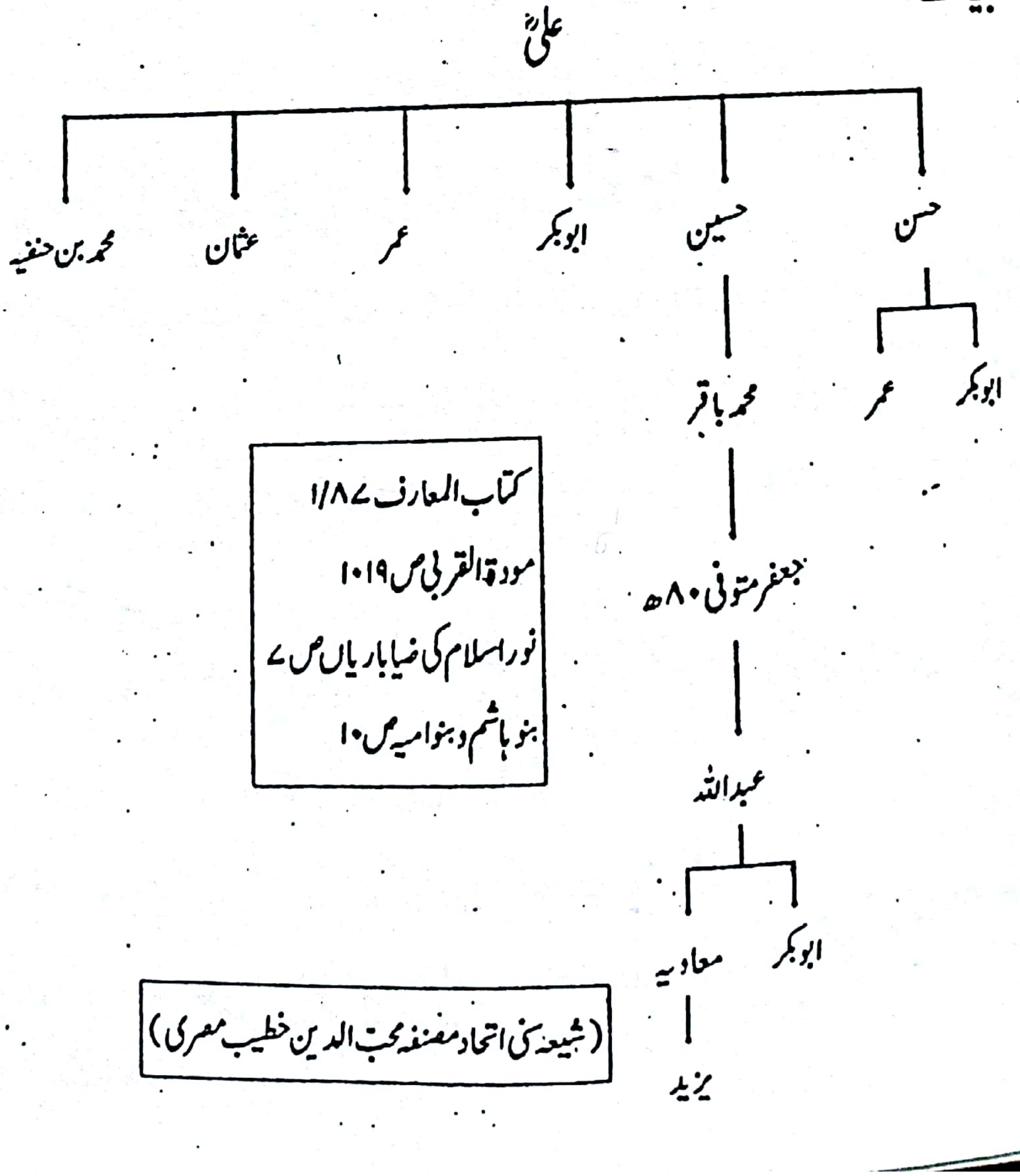
محمد بن حنیفہ خود کہتے ہیں حسنؓ اور حسینؓ مجھ سے افضل ہیں لیکن میں علم میں ان دونوں سے بڑھ کر ہوں۔ (الاعلام زرکلی ج ٧ ص ١٥٢)

چند روز ہوئے ایک علامہ بقل بطور اصاحب تشریف فرما ہوئے۔ دورانِ گفتگو فرمانے لگے کہ یزید ” پہلے تو نیک تھا، مگر خلیفہ بن کر بدکار ہوگیا۔ راقم نے عرض کی جناب

۲۶ رجب والئی مدینہ نے حسینؓ کو معاویہؓ کی وفات کی خبر سنائی، آپ نے وہاں ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ کر اظہار تاسف کیا اور صبح دربار عام میں حاضر ہو کر امیر یزید کی بیعت کا وعدہ کیا۔ ۲۷ رجب کو صبح عازم مکہ ہو گئے۔ انہیں چند گھنٹوں میں ہی یزید کے اعمال بد کا علم ہو گیا تھا۔ ۳۸ سال کی عمر تک جس آدمی کے کردار پر کسی نے انگلی تک نہ اٹھائی تھی، وہ صرف ایک زات کے چند گھنٹوں میں فاسق فاجر ہو گیا۔ یا للعجب

فیصلہ کن:

لیجیے آپ کے سامنے ایک فیصلہ کن بات پیش کرتا ہوں، یہ شجرہ تصویر کربلا اور شیعہ سنی اتحاد کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علی کے اٹھارہ بیٹے تھے۔



کتاب المعارف ۱/۸۷
مودۃ القربیٰ ص ۱۰۱۹
نور اسلام کی ضیاباریاں ص ۷
بنو ہاشم و بنو امیہ ص ۱۰

(شیعہ سنی اتحاد مصنفہ محب الدین خطیب مصری)

یعنی کہ علوی گھرانہ کے افراد معاویہؓ اور یزید " کو بہترین افرادِ امت میں شمار کرتے تھے اور اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر رکھتے تھے۔ بلکہ واقعہ کربلا کے بعد درجنوں علوی شہزادیاں اموی شہزادوں سے بیاہی گئیں۔

سیدنا علیؓ کی تین بیٹیاں اموی سادات کے نکاح میں آئیں۔

(۱) رملہ جوام سعید کے بطن سے تھیں، معاویہؓ بن حکم کے نکاح میں تھیں۔

(جمہرۃ الانساب ص ۸۰ مقام بنی امیہ، صہ ۱۴ ابی ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۱۰۳)

(۲)

(تاریخ الامت ج ۳ ص ۷۰ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۱۰۳)

(۳) سیدہ بنت علیؓ، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عامر اموی کے نکاح میں۔

(جمہرۃ الانساب ص ۶۸ بنو ہاشم و بنو امیہ ص ۱۰۴)

سیدنا حسنؓ کی چھے پوتیاں اموی سادات کے نکاح میں:

(۴) سیدہ نفیسہ بنت زید بن حسنؓ ولید بن عبدالمالک بن مروان کے نکاح میں۔ اس نکاح کے بارے میں صاحب عمدۃ المطالب نے تزوجت کی بجائے خرجت الی الولید لکھ کر اپنا منہ کالا کیا ہے۔ یہ زید بھی کربلا میں موجود ہونے کے باوجود اپنی بیٹی کا نکاح ولید اموی سے کر دیتے ہیں۔

(۵) خدیجہ بنت حسین بن علی عبدالمالک بن حکم سے بیاہی گئی، جن سے کثیر اولاد پیدا ہوئی۔

(جمہرۃ الانساب ص ۱۰۰، مقام بنی امیہ ج ۱ ص ۱۴)

(۶) زینب بنت حسنؓ مثنیٰ بن حسن بھی عبدالمالک سے بیاہی گئیں۔

(جمہرۃ الانساب ص ۳۶، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۱۰۵) حسن مثنیٰ بھی کربلا میں موجود تھے اور زخمی ہوئے تھے۔

(۷) ام قاسم بنت حسنؓ مثنی، مروان بن ابان بن عثمان خلیفہ ثالث سے بیاہی گئیں اور ان کے انتقال کے بعد زین العابدین کے نکاح میں آئیں۔

(کتاب الجرص ۴۳۸، جمہرۃ الانساب ص ۳۷)

(۸) سیدہ بنت حسن مثنیٰ معاویہ بن مروان کے نکاح میں تھیں۔

(جمہرۃ الانساب ص ۸۰/۱۰۰، بنو ہاشم اور بنوامیہ کے تعلقات ص ۱۰۵)

(۹) حمادہ بنت حسن مثنیٰ اسماعیل بن عبدالمالک بن الحارث بن الحکم کے نکاح میں تھیں۔

(جمہرۃ الانساب ص ۱۰۰، مقام بنوامیہ ج ا ص ۱۴، بنو ہاشم اور بنوامیہ کے تعلقات ص ۱۰۴)

(۱۰) سیدہ ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیار، یزید کے نکاح میں تھیں۔

(۱۱) سیدہ سکینہ بنت حسینؓ جو کربلا میں موجود تھیں، مصعب بن زبیرؓ کے مقتول ہونے کے بعد الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروان کے نکاح میں آئیں۔ یہ الاصبغ عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے ان کی دوسری زوجہ یزید کی بیٹی ام یزید تھی۔ (جمہرۃ الانساب ص ۹۶/۹۷)

(کتاب معرفت ص ۹۴، کتاب نسب قریش ص ۹۵ بنو ہاشم ایضاً ص ۱۰۵)

(۱۲) سیدہ سکینہ کا دوسرا نکاح زید بن عمر بن عثمان خلیفہ ثالث کے ساتھ ہوا۔

(کتاب نسب قریش ص ۵۹ کتاب المعارف ص ۹۳ طبقات جلد ۸ ص ۴۸۰، ایضاً ص ۹۷)

(۱۳) سیدہ ربیعہ بنت سکینہ مذکورہ کا نکاح عباس بن ولید بن عبدالمالک سے ہوا۔

(کتاب نسب قریش ص ۵۹، بنو ہاشم ایضاً ص ۱۰۵، ۱۰۶)

(۱۴) فاطمہ بنت حسینؓ بن علی کا دوسرا نکاح حسن مثنیٰ کے بعد عبداللہ بن عمر بن عثمان خلیفہ ثالث سے ہوا۔

(جمہرۃ الانساب ص ۷۶ مقاتل الطالبین ص ۱۸۰ کتاب نسب قریش ص ۵۹ وغیرہ وغیرہ)

صرف علوی شہزادیوں سے ہی نہیں ہوئے بلکہ بیسوں اموی شہزادیاں علوی

شہزادوں کے گھر میں تھیں۔ یہاں ان کا استیعاب ممکن ہے نہ ضروری، دکھانا صرف یہ مقصود ہے کہ واقعہ کربلا کو ان تمام علویوں اور امویوں نے محض ایک حادثہ سمجھا تھا اور تھا بھی ایک حادثہ۔ بہت بعد میں ابومخنف رافضی جیسے لوگوں نے اس پر حاشیہ آرائی کر کے غلط مسلط روایات گھڑ کر امت میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے یہ صورت پیدا کی جس سے ہم صدیوں سے دوچار ہیں۔ ورنہ صرف سیدہ سکینہ کے نکاح سے ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کربلا میں موجود ہیں اور بعد میں الاصبغ برادر عمر بن عبدالعزیز کے نکاح میں آتی ہیں جن کے نکاح میں یزید ؒ کی بیٹی ام یزید موجود ہیں۔

کربلا میں بچنے والے:

(۱) نماز عصر کے وقت عمر سعد اپنے خیمہ میں بیٹھ گیا، اس کے پاس عقبہ بن سمعان کو پکڑ لایا گیا۔ یہ عقبہ رباب ؒ زوجہ امام حسینؓ کے ملازم تھے ان سے دریافت کیا تم کون ہو؟ اس نے کہا رباب کا غلام ہوں، پس ان کو رہا کر دیا۔

(۲) پھر مرقع بن قمامہ اسدی کو لائے، ان کو عمر سعد نے ازراہ کی طرف نکال دیا۔

(تصویر کربلا ص ۴۷)

(۳) حسن مثنیٰ بن امام حسنؓ جب زخمی ہو کر گرے، ابوحسان ان کا ماموں اٹھا کر لے گیا۔ کوفہ میں علاج کیا اور تندرست ہونے پر مدینہ بھیج دیا۔ جناب حسینؓ نے قبل از معرکہ کربلا ان کا نکاح فاطمہ سے کر دیا تھا۔ (اب دوبارہ یہی فاطمہ کربلا میں قاسم سے بیاہی جاتی ہیں۔ یاللعجب (تصویر کربلا ص ۸۳ بحوالہ عمدۃ المطالب، تمقام ناسخ التواریخ، کشف الغمہ، ارشاد ریاض الشہادۃ)

(۴) ضحاک بن عبداللہ مشرقی نے اپنا گھوڑا تیروں کے خوف سے خیمہ کے اندر باندھ دیا۔ پیادہ جہاد کیا، آخر امام سے کہا میری بیعت اٹھا لیجیے، امام نے فرمایا میں نے بحل کیا وہ

گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلے گئے۔ (تصویر کربلا ص ۸۵ بحوالہ قمقام)

(۵) علی (زین العابدین)

(۶) زید فرزند امام حسنؓ

(۷) جناب امام احمد باقر

(۸) عبید اللہ بن حضرت ابوالفضل عباس " (تصویر کربلا ص ۸۹)

(۹) بروایتے دو فرزندان مسلم جو کوفہ میں قتل ہوئے تھے۔ یہ بھی امام حسینؓ کے ہمراہ تھے (کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی للمؤلف) یہ فہرست حضرت امام محمد باقر کی روائیت کے مطابق ہے۔ جیسا کہ ملا ئے مجلسی نے جلاء العیون میں محمد حسن قزوینی نے ریاض الشہادۃ میں اور صاحب قمقام نے اپنی تالیف میں بیان کیا ہے۔

کچھ واقعہ کربلا کے متعلق:

اس کتابچہ کی تدوین میں تمام تر شیعہ کتب کی روایات پر انحصار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حوالہ جات سے عیاں ہے۔ اس کے باوجود اگر یہ لوگ وہی رٹ لگائے جائیں کہ یزید کے لشکر نے کربلا کے ریگستان میں گھیر کر حسینؓ کو شہید کیا۔ یزید معاذ اللہ کافر اور فاسق وفاجر تھا اور سیدنا حسینؓ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور حادثہ کربلا کے بعد اہل بیت پر سختیاں کی گئیں، بیڑیاں پہنائی گئیں، تنگ و تاریک جیل خانوں میں بند کیا گیا۔ بھوکا رکھا گیا تو اس بات کے مدعی جھوٹے ہیں یا ان کے اسلاف جن کی کتب سے واقعہ کربلا نامی کتابچہ مرتب کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ دونوں مل کر فیصلہ کر لیں۔

اہلِ بیتِ اطہارِ حضرت محمد ﷺ

یہ تمام اسماء گرامی بچوں کو زبانی یاد کروائیں

ازواج مطہرات امہات المومنین

سیدہ خدیجہ الکبریٰ بنت خولید	سیدہ ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ
سیدہ عائشہ صدیقہؓ بنت ابوبکر صدیق	سیدہ میمونہؓ بنت حارث
سیدہ صفیہؓ بنت حیی	سیدہ جویریہؓ بنت حارث
سیدہ سودہؓ بنت زمعہ	سیدہ ام سلمہؓ بنت سہیل
سیدہ زینبؓ بنت خزیمہ	سیدہ زینبؓ بنت جحش

سیدہ حفصہؓ بنت سیدنا عمر فاروقؓ

بیٹے

1- سیدنا قاسمؓ
2- سیدنا ابراہیمؓ
3- سیدنا عبداللہؓ
4- سیدنا طاہرؓ

بیٹیاں

1- سیدہ زینبؓ زوجہ سیدنا ابوالعاصؓ
2- سیدہ رقیہؓ زوجہ سیدنا عثمان ذوالنورینؓ
3- سیدہ ام کلثومؓ زوجہ سیدنا عثمان ذوالنورینؓ
4- سیدہ فاطمۃ الزہراؓ زوجہ سیدنا علی المرتضیٰؓ

نواسے

1- سیدنا علیؓ بن سیدنا ابوالعاصؓ
2- سیدنا عبداللہؓ بن سیدنا عثمان غنیؓ
3- سیدنا حسنؓ بن سیدنا علی المرتضیٰؓ
4- سیدنا حسینؓ بن سیدنا علی المرتضیٰؓ

نواسیاں

1- سیدہ امامہ بنت سیدنا ابوالعاصؓ زوجہ سیدنا علی المرتضیٰؓ
2- سیدہ کلثوم بنت سیدنا علی المرتضیٰؓ زوجہ سیدنا عمر فاروقؓ
3- سیدہ زینبؓ بنت سیدنا علی المرتضیٰؓ زوجہ سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ
4- سیدہ رقیہ بنت سیدنا علی المرتضیٰؓ (بچپن میں وفات پائی)

خلفاء راشدین

(خلیفہ اول) باافضل امام صدق وصفا سیدنا ابوبکر صدیقؓ .... مدت خلافت ۲ سال ۳ ماہ ۱۹ دن

(خلیفہ دوم) امام عدل وحریت سیدنا عمر فاروقؓ مدت خلافت ۱۰ سال ۱۱ ماہ ۴ دن

(خلیفہ سوم) امام جود وسخا سیدنا عثمان ذوالنورینؓ مدت خلافت ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۲ دن

(خلیفہ چہارم) امام شجاعت وہیبت سیدنا علی المرتضیٰؓ مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ۲۳ دن